مطالعہ قرآن حکیم
ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانفال

(آیات ۱۱–۱۴)

أَحْمَدُهُ وَأُصَلِّي عَلَىٰ رَسُولِهِ الْكَرِيمِ أَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ○
إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ
مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ
عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ○ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ
أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ ذَٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ○ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ○
صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ ○

"یاد کرو جب کہ اللہ طاری کر رہا تھا تم پر غنودگی اپنی جانب سے اطمینان کا ذریعہ بنا کر، اور نازل فرما رہا تھا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کرے تمہیں اور دور کر دے تم سے شیطان کی گندگی کو، اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو، اور خوب جما دے اس کے ذریعے تمہارے قدموں کو — جب کہ اشارہ فرما رہا تھا تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ایمان والوں کو جمائے رکھو۔ میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ پس ضرب لگاؤ ان کی گردنوں کے اوپر اور ضرب لگاؤ ان کی ایک ایک پور پر۔ یہ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے

مقابلے پر آئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کرے اُس کے حق میں اللہ سخت پاداش والا ہے۔ لو اس سزا کا مزہ تو فوری طور پر چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کا اصل حق عذابِ جہنم ہے۔"

اِن آیاتِ مبارکہ میں اُس نصرتِ خداوندی اور تائیدِ غیبی کی تفصیل بیان ہوئی ہے جو میدانِ بدر میں اہلِ ایمان کو حاصل ہوئی ہے اور جس کا پیشگی وعدہ آیات ۹، ۱۰ کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو چکا تھا۔ اس نصرت و تائید کے دو رُخ ہیں ایکؔ ظاہری یعنی عالمِ محسوسات میں اور دوسرا باطنی یعنی غیر مرئی عالم میں۔ ظاہری نصرت بھی دو صورتوں میں ہوئی۔ ایکؔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر ایک ایسی اونگھ طاری کر دی جس سے اُن کے دلوں سے خوف اور اندیشہ زائل ہو گیا اور اطمینان اور سکون کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور دوسرؔے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی جس سے اہلِ ایمان کو نہ صرف پینے کے لیے بلکہ طہارت اور غسل اور وضو کی جملہ ضروریات کے لیے وافر مقدار میں پانی میسر آ گیا ——— اس مقام پر جس نیند کا ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد جنگ سے پہلے والی رات کے دَوران پُر سکون نیند ہے جس سے اہلِ ایمان کی سفر وغیرہ کی تکان زائل ہو گئی اور وہ اگلے دن کے معرکے کے لیے پوری طرح تازہ دم اور چاق و چوبند ہو گئے اور اسے اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی طرف اس لیے منسوب فرمایا کہ بظاہر احوال تو آنے والا دن شدید خطروں اور اندیشوں کے جلو میں آ رہا تھا اور قلتِ تعداد اور اسلحہ و ساز و سامان کی کمی کے پیشِ نظر شیطانی وساوس کا ہجوم بالکل قرینِ قیاس تھا۔ اس حال میں اللہ کی عنایتِ خصوصی ہی سے دلوں کو وہ اطمینان اور سکون نصیب ہو سکتا تھا کہ انسان بے کھٹکے سو سکے۔ یہ توجیہ یقیناً مدلل بھی ہے اور ہر طرح قرینِ عقل بھی ——— لیکن وہ دوسری توجیہ بھی، جس کی جانب سلف کی اکثریت کا رجحان ہے، ہرگز خلافِ عقل نہیں ہے، جیسا کہ بعض متجددین کا خیال ہے۔ اِس توجیہ کی رُو سے یہ صورت عین جنگ کے دَوران پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے اہلِ ایمان کے دلوں میں اس درجہ بے خوفی اور امن و سکون کی کیفیت پیدا ہو گئی کہ عین میدانِ جنگ میں ان پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ یہ بات بظاہر بڑی مضحکہ خیز نظر آتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ کے دَوران ہر وقت پوری فوج نہیں لڑ رہی ہوتی بلکہ مختلف اوقات میں مختلف دستے مصروفِ پیکار ہوتے

ہیں اور بقیہ فوج حالتِ انتظار میں ہوتی ہے اور ایسے لوگوں پر اس کیفیت کا طاری ہو جانا ہرگز بعید از قیاس نہیں ہے، اور یہ یقیناً بے خوفی اور اطمینان و سکونِ قلبی کی علامت ہے اور عنایتِ خداوندی اور تائیدِ ایزدی کا مظہر ہے، لہٰذا یہ توجیہ نہ مضحکہ خیز ہے نہ خلافِ عقل!

اسی طرح بدر کے دن علی الصبح بارانِ رحمت کا نزول بھی مسلمانوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نصرتِ خصوصی کا مظہر ہے۔ میدانِ بدر میں لشکرِ کفار پہلے پہنچا تھا اور اس نے پانی کے کنوئیں پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسلمان بعد میں پہنچے اور پانی کا حصول اُن کے لیے ایک پریشان کن مسئلہ بن گیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے شب میں بارش نازل ہو گئی جس کا پانی اہلِ ایمان نے حوض بنا کر محفوظ کر لیا۔ اور اس طرح نہ صرف یہ کہ تین سو تیرہ (۳۱۳) انسانوں، ستر اونٹوں اور دو گھوڑوں کے پینے کے لیے پانی مہیا ہو گیا بلکہ طہارت اور غسل و وضو کے ضمن میں بھی کوئی دشواری نہ رہی جس کی جانب خصوصی اشارہ ہے "لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ" کے الفاظِ مبارکہ میں (یعنی "تاکہ اللہ پاک کرے تمہیں اُس کے ذریعے!") ——— اگلے الفاظ یعنی "وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ" سے اسی کی تاکید مزید بھی مراد ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ذریعے اشارہ ہو شیطانی وساوس کے ازالے کی جانب، اس لیے کہ ناپاکی کی حالت میں شیطانی وسوسوں کا زور بہت بڑھ جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۶، ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کی شب کو میدانِ بدر میں نازل ہونے والی بارش کے بارے میں یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ یہ تاریخ انسانی کے رُخ کے اعتبار سے کس درجہ مؤثر اور فیصلہ کُن ثابت ہوئی۔ اس لیے کہ جس طرح مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اگر ۱۷ اور ۱۸ جون ۱۸۱۵ء کی درمیانی شب کو واٹر لو میں بارش نہ ہوتی تو یورپ کا پورا سیاسی نقشہ بدل جاتا، اس لیے کہ اس صورت میں نپولین کو میدانِ جنگ کے خشک ہونے کے انتظار میں جنگ کو دوپہر تک ملتوی نہ کرنا پڑتا اور فریقِ مخالف کو کمک پہنچنے سے پہلے پہلے مقابلہ ہو جاتا تو اس کی فتح یقینی تھی۔ اسی طرح کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر بدر میں بارش نہ ہوتی تو سعادت و شقاوتِ انسانی کا نقشہ کیا صورت اختیار کرتا یہی وجہ ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی انعامات میں شمار کیا ہے۔

بہر حال نصرتِ خداوندی اور تائیدِ ایزدی کی ان دونوں ظاہری صورتوں یعنی اطمینان بخش غنودگی کے طاری ہونے اور بارش کے نزول کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے دل بھی مضبوط ہو گئے اور قدم بھی جم گئے بفحوائے الفاظِ قرآنی: "وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ"

اللہ کی باطنی نصرت کا ظہور فرشتوں کے نزول کی صورت میں ہوا، اور اس کے ضمن میں بھی توجیہ و تاویل کا ایک اختلاف پایا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ آیا فرشتوں نے خود بھی جنگ میں باضابطہ حصّہ لیا اور کفّار کو خود قتل کیا، یا وہ صرف اہلِ ایمان کی تثبیتِ قلبی کا ذریعہ بنے! تو اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل فیصلہ کن چیز دلوں اور قدموں کا جماؤ ہی ہے اور اگر کسی فوج کو تائیدِ ایزدی اور نصرتِ غیبی سے یہ کیفیات حاصل ہو جائیں تو یہی حصولِ فتح کی کافی ضمانت ہیں، لیکن الفاظِ قرآنی کا سیاق و سباق جہاں "ثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کو مقدم رکھ رہا ہے اور اس طرح اس کی اہمیت کی جانب اشارہ کر رہا ہے، وہاں اگر خواہ مخواہ کی تاویل سے کام نہ لیا جائے تو صاف واضح کر رہا ہے کہ "فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝" کے حکم کے مخاطبِ اوّل ملائکہ ہی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگِ بدر میں ملائکہ کا نزول صرف اہلِ ایمان کی تثبیتِ قلبی ہی کے لیے نہیں ہوا بلکہ انہوں نے خود بھی جنگ میں شرکت کی اور کفّار کو قتل کیا۔ چنانچہ اسی کی تائید حدیث اور سیرت کی بہت سی روایات سے ہوتی ہے۔

فرشتوں کو اس موقع پر جو فرمانِ الٰہی ملا اُس کا آغاز "اَنِّیْ مَعَكُمْ" کے الفاظ سے ہوا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے اِذن اور اُس کی تائید کے بغیر فرشتے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ اس قسم کی تصریحات سے قرآنِ پاک شرک کا راستہ بند کرتا ہے، ورنہ ذراسی غلطی سے ایمان بالملائکہ بگڑ کر دیویوں اور دیوتاؤں کے مشرکانہ تصوّرات کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

کافروں کے دلوں میں رعب ڈالنے کے ضمن میں "سَاُلْقِیْ" کا اسلوب اختیار کیا گیا جس سے اشارہ ہوا کہ اللہ کی نصرت ابتداءً نہیں آتی بلکہ اہلِ ایمان کی جانب سے صبر و ثبات اور عزم و استقلال کے مظاہرے کے بعد آتی ہے ــــــ اسی لیے اسے مستقبل کے صیغے سے بیان فرمایا گیا۔ یعنی: "میں عنقریب ڈال دوں گا ان کے دلوں میں رُعب!" ــــــ "پس ضرب لگاؤ اُن کی گردنوں کے اُوپر اور ضرب لگاؤ ان کی ایک ایک پور پر!" کے الفاظ سے کفّار و مشرکین کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ ایسے ہو گئے جیسے اُن کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہوں کہ فرشتے اور اہلِ ایمان جہاں چاہیں آزادانہ ضرب لگائیں۔ اور یہ کیفیت فی الواقع پیدا ہو جاتی ہے اُن لوگوں میں جن کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا ہو اور ہیبت طاری ہو گئی ہو کہ ان کے ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے

(باقی صفحہ ۴۴ پر)